محمد فاضل خان

عہد بنو امیہ کے کتب خانے

مسلمانوں میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ عہد رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی میں شروع ہو گیا تھا اور صحابہ کرام کی مقدس جماعت نے اس کو اپنا وظیفۂ حیات بنا لیا تھا۔ بعض صحابہ فرائض معلمی انجام دیتے تھے اور بعض طلب علم میں مصروف تھے۔ خلافت راشدہ کے دور میں اس میں مزید سرگرمی اور مستعدی کا مظاہرہ ہوا۔ بنو امیہ کے زمانے میں اس میں اور تیزی پیدا ہوئی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حکومت بنو امیہ کے بانی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامور صحابہ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ انھوں نے علوم کی نشر و اشاعت کے لیے اہم خدمات انجام دیں۔

حضرت معاویہ نے حضرت عبید جرہمی کو اس عظیم کام پر مامور کیا کہ وہ گذشتہ اقوام اور ملوک عرب و عجم کے احوال و اخبار اور اختلاف السنہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں اور انھیں ضبط تحریر میں لائیں[1]۔ علاوہ ازیں حضرت معاویہ نے اس دور کے ایک مشہور عیسائی طبیب ابن آثال سے طب کی بعض یونانی کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کرایا۔ عربی زبان کے ذخیرے میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا اضافہ تھا[2]۔ پھر خالد بن یزید نے تمام علوم نقلیہ بالخصوص کیمیا میں اس قدر دلچسپی لی کہ وہ "حکیم آل مروان" کے نام سے مشہور ہوا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر اقوام کے علوم کو اسلامی دنیا میں سب سے زیادہ عروج بنو عباس کے دور میں حاصل ہوا لیکن جب بنو امیہ کو اندلس کی حکومت ملی تو انھوں نے قرطبہ کو رشک بغداد

---

۱ حمادہ محمد ماہر۔ المکتبات فی الاسلام: نشأتہا وتطورہا ومصائرہا۔ بیروت۔ بنایۃ صوری و صالحہ: ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء ص ۴۳

۲ شبلی نعمانی، "اسلامی کتب خانے" مقالات شبلی اعظم گڈھ۔ مطبع معارف اسلامیہ ۱۹۵۱ء جلد ششم (تاریخی حصہ دوم) ص ۱۵۴

بنا دیا اور بقول ابن رشد قرطبہ اللہ کی زمینوں میں سب سے زیادہ کتابیں رکھنے والا تھا[۳] جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عرب مسلمان جہاں جہاں گئے اپنے علوم ساتھ لے کر گئے[۴] اور دوسری وجہ یہ تھی کہ جس زمانے میں بنو امیہ نے اندلس پر قبضہ کیا اُس وقت مجموعی طور سے عربوں کے تمدن میں خاص بات یہ تھی کہ انھیں علوم و فنون اور ادب کا بے انتہا شوق ہو گیا تھا۔ مدارس، کتب خانے اور علمی تحقیقات کے مراکز قائم ہو گئے تھے، یونانی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا، ہندسہ، ہیئت، طبیعیات، کیمیا اور طب کی تحصیل نہایت کامیابی کے ساتھ جاری ہو گئی تھی[۵]۔ دراصل اس وقت مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ علوم عقلیہ و نقلیہ سے انسان کے افکار میں بلندی اور روشنی پیدا ہوتی ہے[۶]

ظہور اسلام سے پہلے چین، ہندوستان، مصر، بابل، اسوریا، یونان اور روما علمی مراکز مانے جاتے تھے، مگر یہ واقعہ ہے کہ یونان کے علاوہ باقی ملکوں کے علوم کو علوم کہنا علم سے ناانصافی کرنا ہے[۷] اور پھر ستم یہ ہے کہ ان نام نہاد علوم پر کسی نہ کسی طبقے کی اجارہ داری تھی۔ ملت بیضا سے یہ نازیبا حرکت کسی دور میں سرزد نہیں ہوئی۔ چنانچہ اس دور میں اندلسیوں نے ملک کے ہر حصے میں مدرسے اور کتب خانے کھولے اور دارالسلطنتوں میں یونیورسٹیاں قائم کیں جو سرزمین یورپ میں مدتوں تنہا علم کا مرکز رہیں[۸]۔ یہ مسلمانانِ اندلس کا احسان تھا کہ انھوں نے یورپ میں طب کو محفوظ کیا، ترقی دی اور یونان کی تعلیمات کو جسے یورپ بھلا چکا تھا، زندہ کیا۔ مسلمانوں کی علمی مساعی اور تصنیفی و تدریسی سرگرمیوں کے بغیر ریاضی اور سائنس کے میدان

---

[۳] المقری، احمد۔ نفح الطیب۔ مصر: عیسیٰ البابی الحلبی و شرکائہ، دون التاریخ ج ۱ ص ۳۰۵

[۴] صاعد بن احمد۔ طبقات الامم

[۵] لیبان۔ تمدن عرب مترجم علی بلگرامی۔ لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۶۰ء ص ۳۴۱

[۶] ابن خلدون، عبدالرحمٰن۔ مقدمہ ابن خلدون مترجم راغب رحمانی۔ کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۰ء حصہ دوم ص ۳۸۲

[۷] عبدالرزاق ملیح آبادی۔ مقدمہ مترجم العلم والعلماء مصنفہ ابن عبدالبر اندلسی لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۷۷ء ص ۹

[۸] کرد علی، محمد۔ کتاب الاسلام والحضارة العربیہ۔ اسلام اور عربی تمدن مترجم شاہ معین الدین احمد ندوی۔ اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۵۲ء ص ۲۷۱

میں سرزمین یورپ میں گلیلو (GALILEO) اور نیوٹن کا پیدا ہونا مشکل تھا[۹]۔ بقول ڈوسن پوری مغربی تہذیب، قدیم قوموں کے علم وحکمت کی وراثت میں مسلمانوں کی مقروض ہے ...... ان کی بے مثال جدوجہد تھی کہ انھوں نے بہت جلد علوم وفنون میں کمال حاصل کر لیا اور اپنے قیام و بقا کے لیے ایک عدیم النظیر تہذیب معرض وجود میں لے آئے[۱۰]

جس طرح آج کل کے تعلیمی اداروں اور عام قارئین کے لیے کتب خانوں کے وجود کو ضروری سمجھا جاتا ہے اسی طرح بنو امیہ کے عہد میں تعلیمی اداروں کے ساتھ کتب خانوں کی موجودگی ناگزیر سمجھی جاتی تھی اور وہ کتب خانے بھی بیت الحکمت کا درجہ رکھتے تھے جن میں کتابوں کی نقل وکتابت، ان کی اصلاح ومرمت، جلد سازی اور ان کے سنہرے کام اور نقش آرائی کے مستقل شعبے تھے۔ یہ کتب خانے اتنے عظیم تھے کہ ان کی فہرستیں کئی کئی جلدوں میں تھیں[۱۱] جہاں تک کتب خانوں کی تعداد کا تعلق ہے اگر ہم یہ کہیں کہ اس وقت اندلس کے کتب خانے، شائقین کتب اور کتابوں کی تعداد موجودہ دور کے مقابلے میں زیادہ تھی تو یہ بات حقیقت کے خلاف نہ ہوگی[۱۲] اور یہ کتابیں صرف دینی علوم پر مشتمل نہ تھیں بلکہ اندلسی مسلمانوں نے ہر علم وفن کی کتابیں جمع کیں اور مطالعے کا شوق عام کرنے کے لیے کتب خانے کھولے، اندلس میں اس قسم کے کتب خانوں کی تعداد ساٹھ تھی جو عوام کے استعمال کے لیے تھے، ان کتب خانوں کو اموی خلفا اور دیگر بادشاہوں نے قائم کیا تھا[۱۳]۔ بعض روایات کے مطابق شاہی کتب خانے کے علاوہ ستّر سرکاری کتب خانے تھے جن میں جا کر ہر شخص اپنی معلومات بڑھا سکتا تھا[۱۴]۔

جہاں تک نجی اور انفرادی کتب خانوں کا تعلق ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا

---

[۹] ڈاڈن سن، ڈنکن۔ مسلم سپین۔ کیمبرج: دی یونیورسٹی پریس، ۱۹۷۳ء ص ۳۴

[۱۰] کرد علی، محمد۔ محولہ بالا ص ۱۶۷

[۱۱] ایضاً ص ۲۷۱

[۱۲] دیبیرا، خولیان۔ اسلامی اندلس میں کتب خانے اور شائقین کتب مترجم (ڈاکٹر) احمد خان اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۷۴ء ص ۳۵

[۱۳] مجموعہ اخبار۔ اسلامی اندلس کی ایک جامع تاریخ مترجم محمد زکریا مائل۔ دہلی: انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۴۲ء ص ۱۵

[۱۴] عبدالرزاق ملیح آبادی۔ محولہ بالا۔ ص ۲۶

ہے کہ اندلس کے باشندوں کے لیے عزت و امارت کا معیار کتب خانے، ان کی تعداد، مشہور کاتبوں اور نایاب نسخوں پر تھا اور اس سے ایک عام آدمی اہم شخصیت سمجھا جاتا تھا۔[15] پڑھے لکھے افراد کے علاوہ اَن پڑھ آدمی بھی شان دار کتب خانے قائم کرتے تھے۔ اس سلسلے میں علامہ حضرمی کا واقعہ قابل ذکر ہے کہ ایک دن وہ قرطبہ کے اندر ایک کتب فروش کی دکان پر کھڑے تھے کہ ان کی نظر ایک ایسی کتاب پر پڑی جس کی انھیں مدت سے تلاش تھی اور پھر وہ کتاب نہایت عمدہ خط میں لکھی گئی تھی اور خوبصورت جلد سے مزین تھی۔ چنانچہ اس کتاب کو دیکھ کر انھیں بے حد خوشی ہوئی۔ انھوں نے کتاب خریدنے کے لیے فوراً بولی دے دی، اتنے میں ایک خوش پوش شخص آگے بڑھا اور ان سے زائد قیمت پر کتاب لینے پر آمادہ ہوگیا۔ اس طرح آہستہ آہستہ قیمت اس حد تک بڑھا دی کہ علامہ حضرمی کی قوت خرید جواب دے گئی۔ اس پر علامہ حضرمی نے اس سے پوچھا کہ اے میرے آقا اگر آپ فقیہہ ہیں اور آپ کو اس کتاب کی زیادہ ضرورت ہے تو میں یہ آپ کے لیے چھوڑے دیتا ہوں۔ لیکن اس شخص نے جواباً کہا کہ میں فقیہہ نہیں ہوں بلکہ اس سے بھی بے خبر ہوں کہ یہ کس موضوع کی کتاب ہے۔ البتہ میں نے اپنا ایک کتب خانہ قائم کیا ہے اور اس میں ایسی خوب صورت کتابیں جمع کی ہیں کہ اس شہر میں کسی اور کے ہاں نہیں ہوں گی۔ اس کتب خانے میں ایسی ہی کتاب کے برابر جگہ خالی ہے اور پھر اس کتاب کی کتابت بھی عمدہ اور صاف ہے اس لیے میں اسے خریدنا چاہتا ہوں[16]۔

اب ہم عہد بنو امیہ کی مشرقی و مغربی قلمرو کے مشہور کتب خانوں کا ان کے بانیوں کے سن وفات کی ترتیب سے ذکر کریں گے۔

کتب خانہ عبدالحکیم بن عمرو بن عبداللہ بن صفوان الجمحی متوفی ۵۰ھ ـ ۶۷۰ء

انھوں نے ایک مکان (کتب خانہ) بنوایا جس میں ہر قسم کے علمی دفاتر قائم کیے۔ پھر اس میں کھیلوں کا انتظام بھی کیا۔ نیز جدید دور کے کلاس روم کی طرح کتب خانے کی دیوار میں کھونٹیاں نصب کرائیں جن پر قارئین اپنے چغے وغیرہ لٹکاتے تھے[17] جیسا کہ اس کتب خانے کے بانی کے سن وفات

---

[15] المقری، احمد۔ کالسابق ج ۱ ص ۳۰۲

[16] ایضاً ج ۴ ص ۱۱۳

[17] اصفہانی، ابوالفرج۔ کتاب الاغانی بیروت: دارالثقافۃ، ۱۹۵۵ء ج ۴ ص ۲۵۵

سے ظاہر ہوتا ہے یہ پہلی نصف صدی ہجری میں قائم ہوا اور یہ دنیائے اسلام کا سب سے پہلا عوامی کتب خانہ تھا۔ ١

کتب خانہ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ متوفی ٦٥ھ — ٦٨٤ء

ان کی کنیت ابو محمد اور ابو عبدالرحمٰن تھی۔ خود بھی شرف صحابیت سے مشرف تھے اور مشہور صحابی عمرو بن عاص والیٔ مصر کے صاحبزادے تھے۔ قرآن عزیز کی کثرت سے تلاوت فرماتے تھے اور اُن صحابہ میں سے تھے جو احادیث نبویہ کو قلم بند کرتے تھے، لیکن دینی علوم کے علاوہ علوم نقلیہ کی طلب میں بھی بڑے مستعد تھے یہی وجہ ہے کہ جب انھیں اہل کتاب کا ایک وسیع کتب خانہ ملا تو گہری نظر سے اس کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور نادر معلومات فراہم کیں۔[١٨]

کتب خانہ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ متوفیٰ ٧٩ھ — ٦٩٥ء

ابو عیسیٰ عبدالرحمٰن بن یسار کی کنیت ابو لیلیٰ تھی انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو بیس صحابہ سے استفادہ کیا۔ جملہ علوم میں ان کو کامل دستگاہ حاصل تھی، قرآن عزیز سے تو خاص شغف تھا۔ انھوں نے مصاحف کے لیے ایک خاص مکان (کتب خانہ) بنوایا اور اس میں بہت سے مصاحف رکھے۔ یہاں قرا کا مجمع لگا رہتا تھا۔ صرف کھانے کے وقت یہ لوگ یہاں سے اُٹھتے تھے۔[١٩]

کتب خانہ خالد بن یزید متوفی ٨٥ھ — ٧٠٤ء

خالد بن یزید صاحب علم اور باہمت آدمی تھے، بقول زبیر بن مصعب خالد علم و حکمت اور شاعری کی صفات سے متصف تھے۔ فن کیمیا پر السر البدیع فی فک الرمز المنیع — اور کتاب الفردوس کے علاوہ بہت سے رسائل ان کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔[٢٠] یہ پہلا شخص ہے جس کے لیے طب، نجوم اور کیمیا سے متعلق کتب کا ترجمہ کیا گیا۔ یہ فیاض آدمی تھا۔ کہتے

---

[١٨] الذہبی، ابو عبداللہ شمس الدین محمد۔ تذکرۃ الحفاظ مترجم محمد اسحاق۔ لاہور: اسلامک پبلشنگ ہاؤس، ١٩٨١ء ج ١ ص ٤٥

[١٩] ابن سعد، محمد۔ طبقات ابن سعد اصحاب کوفہ و تابعین مترجم نذیر الحق میرٹھی کراچی نفیس اکیڈمی ١٩٧٠ء ج ٦ ص ١٣٠/١٣١

[٢٠] یاقوت الرومی، شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ۔ الارشاد الاریب الیٰ معرفۃ الادیب المعروف الادیب المعروف معجم الادبا و طبقات الادبا۔ مصر: مطبعہ ہندیہ بالموسکی ١٩٢٧ء ج ٤ ص ٦٥، ١٦٩

ہیں کہ خالد سے جب کہا گیا کہ "آپ نے اپنے آپ کو کیمیا کی طلب و جستجو کے لیے وقف کر رکھا ہے۔" تو اس نے جواب دیا۔" ہاں اس سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ اپنے دوستوں اور بھائیوں کو دولت کے معاملے میں بے نیاز بنا دوں۔ میں خلافت کا متمنی تھا لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکا، لہٰذا اس کی بجائے میں نے فن کیمیا کو حد کمال تک پہنچا دیا تاکہ کوئی شخص جس کو میں جانتا ہوں یا وہ مجھے جانتا ہے طوعاً یا کرہاً باب شاہی پر حاضری دینے کے لیے مجبور نہ ہو۔" واللہ اعلم، کہتے ہیں کہ خالد بن یزید فن کیمیا گری میں کامیاب ہو گیا تھا، اس موضوع سے متعلق وہ متعدد کتب و رسائل کا مصنف ہے۔ (ابن ندیم کہتے ہیں) اس باب میں اس نے جو کچھ تحریر کیا، اس کے تقریباً پانچ سو اوراق میری نظر سے گذرے ہیں۔ میں نے اس کی تصنیفات میں سے مندرجہ ذیل کتابیں دیکھی ہیں:

کتاب الحرارات، کتاب الصحیفتہ الکبیر، کتاب الصحیفتہ الصغیر اور کتاب وصیتہ الیٰ ابنہ فی الصنعتہ۔[۲۱]

خالد بن یزید نے اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لیے دمشق کے مقام پر ایک ذاتی کتب خانہ قائم کیا۔ اس کتب خانے کے ساتھ اس نے دارالترجمہ بھی بنایا جس کا افسر اعلیٰ ایک نصرانی بشب ایرن کو مقرر کیا جو خالد کی علم دوستی، وسعت قلبی اور رواداری کی واضح مثال ہے۔ انیسویں صدی کے آخری ربع میں جامع مسجد دمشق کے قبّے سے چمڑے پر لکھی گئی جو قدیم کتابیں اور چند اوراق بزبان عربی اور سریانی ملے ہیں وہ ان کے کتب خانے اور دارالترجمہ کے آثار ہیں۔ ان کتب و اوراق میں سے بعض جرمنی لے جائے گئے اور بعض دمشق کے عجائب خانہ "متحف السوری" میں محفوظ کر لیے گئے۔[۲۲]

خالد بن یزید کی وفات پر یہ کتب خانہ خلفائے بنی امیہ کی تحویل میں رہا کیوں کہ جب حضرت

---

[۲۱] ابن الندیم، محمد بن اسحاق۔ الفہرست۔ مترجم محمد اسحاق بھٹی، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۶۹ء ص ۸۲۰

[۲۲] میاں اختر جوناگڈھی، قاضی احمد "مسلمانان سلف اور جمع و مطالعہ کتب کا شوق"۔ روداد ادارہ معارف اسلامیہ۔ اجلاس دوم منعقدہ ۱۰-۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء لاہور: مجلس عاملہ ادارہ معارف اسلامیہ، ۱۹۳۸ء ص ۴۷

عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد آغاز میں وبا پھیلی تو حکم دیا کہ تمام کتابیں کتب خانے (خزانہ) سے باہر نکال جائیں تاکہ عام لوگوں تک ان کی رسائی ہو سکے۔[۲۳] خالد نے اجنبی علوم کے ترجمے پر بڑی دولت صرف کی تھی اور اس کے بعد خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے[۲۴] بھی ان کی اتباع کی، علاوہ ازیں عمر بن عبدالعزیزؒ نے "کناش" نامی کتاب جو اس نام سے لکھی گئی دوسری کتب سے بدرجہا بہتر تھی اور جو پادری اہرمن بن ابین نے سریانی زبان میں لکھی تھی اور ماسرجویہ نے عربی میں منتقل کی تھی، شام کے کتب خانے میں پائی۔ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ اس کتاب (کناش) کو بھی کتب خانے سے باہر نکال لینا چاہیئے تاکہ مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں اس پر انھوں نے چالیس دن تک اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا، پھر انھوں نے اس کتاب کو لوگوں کے لیے باہر نکالا۔ یوں یہ کتاب عام لوگوں تک پہنچی۔[۲۵]

کتب خانہ ابو قلابہ جرہمی متوفی ۱۰۹ھ — ۷۲۲ء

ابو قلابہ عبداللہ بن زید جرہمی بصرہ کے چوٹی کے علما میں سے تھے، وہ علم قضا پر ید طولیٰ رکھتے تھے، ایوب سختیانی کا قول ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ بصرہ میں ابو قلابہ سے زیادہ قانون (قضا) جاننے والا کوئی اور عالم ہو۔ ان کی علمی قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ یہ بیمار ہوئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر گئے۔

ابو قلابہ کے ہاں کتابوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ تھا اور اپنی وفات سے قبل انھوں نے اپنی کتابیں حضرت ابوایوب سختیانی کے حوالے کرنے کی وصیت کی۔ ابوایوب سختیانی کا قول ہے کہ "کتابوں کو میں ملک شام سے لایا اور ان کی باربرداری پر کافی رقم صرف کی"۔[۲۶]

کتب خانہ امام حسن بصریؒ متوفی ۱۱۰ھ — ۷۱۸ء

ابو سعید حسن بن یسار المعروف بہ حسن بصری بلند پایہ عالم، ثقہ ماہر دین و شریعت تھے۔ وہ عابد و زاہد، کثیر العلم، فصیح اللسان اور صوفی مشرب انسان تھے۔ ان کے پاس کتابوں کا

۲۳؎ "کتاب خانہ" اردو دائرۂ معارف اسلامیہ لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۳۹۸ھ-۱۹۸۱ء ص ۱۰۲، ۱۰۳

۲۴؎ کرد علی، محمد۔ محولہ بالا ص ۱۶۸

۲۵؎ جرجی زیدان

۲۶؎ الذہبی۔ محولہ بالا ج ۱ ص ۹۳

ایک ذخیرہ تھا، لیکن اپنی وفات کے وقت اسے جلوا دیا۔ اس کی تصریح کرتے ہوئے ان کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں: "میرے والد نے حکم دیا کہ میری تمام کتابیں میرے پاس لاؤ۔ جب میں لے گیا تو انھوں نے تنور گرم کرنے کا حکم دیا، جب تنور گرم ہو گیا تو ایک ایک کر کے ہر کتاب جلاتے گئے ماسوا ایک صحیفہ کے۔" [۲۷]

کتب خانہ وہب بن منبہؒ متوفی ۱۱۴ھ — ۷۳۲ء

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ صنعا کے رہنے والے تھے اور سرزمین یمن کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے۔ ان کے پاس کتب اہل کتاب کا ایک وسیع ذخیرہ تھا، جس پر انھوں نے خوب توجہ کی اور اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب رہے۔ [۲۸]

کتب خانہ امام شہاب زہریؒ متوفی ۱۲۴ھ — ۷۴۲ء

ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن شہاب زہری دوسری صدی ہجری کے علما اور فقہائے کبار میں سے تھے۔ امام مالکؒ کے اساتذہ میں سے تھے۔ امت مسلمہ کے پہلے عالم ہیں جنھوں نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقاعدہ مدون کیا۔ ان کے پاس کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا اور ان کا علمی شغف وانہماک اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب گھر میں بیٹھتے تو اردگرد کتابوں کے ڈھیر لگے ہوتے اور مطالعہ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے، جس پر ان کی اہلیہ محترمہ اکثر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتیں کہ "خدا کی قسم یہ کتابیں تو مجھے تین سوکنوں سے بھی زیادہ بھاری ہیں"۔ [۲۹]

کتب خانہ ہشام بن عبدالملک متوفی ۱۲۵ھ — ۷۴۳ء

ہشام تدبر و سیاست، بیدار مغزی، اولوالعزمی اور حوصلہ مندی کے تمام اوصاف سے متصف تھے اور ان صفات کے باعث وہ بنو امیہ کے ممتاز خلفا میں گردانے جاتے تھے۔ ہشام کا نمایاں وصف حلم تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے ہشام کو گالیاں دیں تو ہشام نے

---

[۲۷] ابن سعد، محمد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار صادر، ۱۹۵۸ء ج ۷ ص ۱۷۴/۱۷۵

[۲۸] الذہبی۔ محولہ بالا ج ۱ ص ۹۸

[۲۹] مصطفیٰ سباعی۔ اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو۔ مترجم سید معروف شیرازی لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۶ء

کہا تو مجھے گالیاں دیتا ہے حالاں کہ تو خلیفۃ اللہ فی الارض ہے[۳۰]۔ اس نے امام زہری سے حدیثوں کا مجموعہ مرتب کرایا اور احادیث کے اس مجموعے کو اپنے خزانۃ الکتب میں داخل کرایا۔ اسی طرح وہ فرامین جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نقل کرائی تھی، ایک روایت کے مطابق مروان کے زمانے سے خزانۃ الکتب میں محفوظ چلی آتی تھی[۳۱]

کتب خانہ اعمش متوفی ۱۴۸ھ — ۷۶۵ء

ان کا نام سلیمان بن مہران ہے، ابو محمد الاسدی کنیت کرتے تھے اور اعمش کے لقب سے مشہور تھے۔ قرآن مجید کے قاری، احادیث کے حافظ اور علم الفرائض کے ماہر تھے۔ قرآن کے ساتھ ان کو خاص تعلق خاطر تھا، یہی وجہ ہے کہ علوم القرآن میں رأس العلم شمار کیے جاتے تھے۔ امام زہری کا بیان ہے "خدا کی قسم مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کسی کے پاس احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ بھی محفوظ ہوگا"۔ ابو عوانہ کہتے ہیں "میرے پاس اعمش کا کچھ علمی ذخیرہ موجود تھا"۔ ابن سعد کے مطابق انھوں نے بہت بڑا علمی سرمایہ جمع کیا[۳۲]۔

کتب خانہ عبدالرحمٰن الداخل متوفی ۱۷۲ھ — ۷۸۸ء

جب عبدالرحمٰن نے قرطبہ فتح کیا تو وہاں ایسی اموی حکومت قائم ہوئی جس کا زمانہ علم و ادب اور مدنیت کے اوصاف میں سب سے زیادہ درخشاں تھا[۳۳]۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ خود صاحب علم تھا اور عدل و انصاف کی صفات سے متصف تھا[۳۴]۔

عبدالرحمٰن الداخل علوم و فنون کا دلدادہ اور علما اور اہل کمال کی عزت کرنے والا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر سے علما و فضلا اور صناعوں کو بادشاہ کی یہ شہرت قرطبہ کھینچ لائی۔ سرزمین اندلس میں اسی بادشاہ نے فلسفیانہ موشگافیوں کی بنیاد رکھی۔ رعایا کے عام

---

[۳۰] ابن کثیر، عماد الدین ابی الفدا، اسماعیل ابن عمر الدمشقی۔ البدایہ والنہایہ۔ مصر: مطبعۃ السعادۃ۔ بدون تاریخ۔ الجزء التاسع ص ۳۵۱

[۳۱] احمد ندوی، شاہ معین الدین۔ تاریخ اسلام: عہد بنو امیہ حصہ دوم۔ کراچی: ایم ایچ سعید کمپنی ۱۹۷۴ء ص ۳۵۶

[۳۲] ابن سعد، محمد۔ محولہ بالا ج ۶ ص ۳۶۴، ۳۶۵ [۳۳] مجموعہ اخبار۔ محولہ بالا ص ۹

[۳۴] المراکشی، عبدالواحد۔ کتاب المعجب۔ خلافت موحدین مترجم محمد نعیم الرحمان۔ مدراس: مدراس ڈایوسیون پریس، ۱۹۲۲ء ص ۱۳

لوگوں میں علمی و ادبی ذوق پیدا کرنے کے لیے یہ مذاکرات علمیہ اور مشاعرے کراتا تھا اور پھر اچھے اشعار اور مباحث علمیہ پر انعامات دیتا تھا۔[۳۵]

عبدالرحمن الداخل نے جس دن جامعہ قرطبہ کی بنیاد رکھی اُسی دن ایک کتب خانے کی بھی بنیاد رکھی جس کا بڑا مقصد تو طلبا کو فائدہ پہنچانا تھا لیکن اس کے ساتھ خلیفہ خود بھی ذوق علم رکھتا تھا اور ذخیرۂ کتب کا بھی اسے بے حد شوق تھا۔[۳۶]

کتب خانہ عبدالرحمن بن الحکم متوفی ۲۳۸ھ — ۸۵۲ء

ابو المطرف عبدالرحمن بن الحکم اندلس میں بنو امیہ کا چوتھا خلیفہ تھا۔ وہ نہ صرف علوم شرعیہ اور فلسفے کا عالم تھا بلکہ فصیح اللسان شاعر اور سلیم الطبع بھی تھا۔[۳۷] شاہی کتب خانہ تو اس کے پاس تھا ہی لیکن اس نے ملک میں مدارس قائم کیے اور اس وقت کے رواج کے مطابق ان مدارس کے ساتھ کتب خانے بھی معرض وجود میں آئے۔[۳۸]

کتب خانہ محمد بن عبدالرحمن متوفی ۲۷۳ھ — ۸۸۵ء

اسے تمام مروجہ انواع علوم سے تعلق تھا۔ علمائے اہل حدیث سے خصوصی ربط رکھتا تھا اور نہایت اچھے کردار کا مالک تھا۔ شاہی کتب خانے کے ذخیرے میں اضافے کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب عبدالرحمن بن مخلد اندلس میں "مصنف ابن ابی شیبہ" لائے تو اس کا ایک ایک جزو پڑھوا کر سنا اور علمائے اہل الرائے کی مخالفت کے باوجود اپنے ناظم کتب خانہ کو حکم دیا کہ اس کتاب کو ہمارے کتب خانے میں داخل کیا جائے کیوں کہ اس کے بغیر ہمارا کتب خانہ نامکمل ہے۔[۳۹] بقول ریبیرا اس کے

۳۵۔ اسکاٹ۔ اخبار اندلس: یورپ میں اسلامی سلطنتیں مترجم خلیل الرحمن۔ لاہور، عبدالرشید اینڈ برادرز ج ۱ ص ۱۴۵، ۱۴۶

۳۶۔ برنی، آئی۔ ایچ۔ مسلم اسپین۔ کراچی: کفایت اکیڈیمی، ۱۹۸۲ء ص ۴۳، ۵۳۵

۳۷۔ ابن الاثیر، ابی الحسن علی بن الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم۔ الکامل فی التاریخ۔ مصر: ادارۃ الطباعۃ المنیر، ۱۳۵۷ھ۔ الجزء الخامس ص ۸۴

۳۸۔ جعفری، سید نثیر علی۔ اندلس کی اسلامی تاریخ۔ کراچی: بزم الادب، ۱۹۶۸ء ص ۱۰۴

۳۹۔ الحمیدی، ابی عبیداللہ بن محمد بن فتوح بن عبداللہ۔ جذوۃ المقتبس۔ القاہرۃ: نشر الثقافۃ الاسلامیۃ، ۱۲۷۲ھ الجزء الاول ص ۱۱، ۱۲

عہد میں شاہی کتب خانہ قرطبہ کے تمام کتب خانوں سے بڑا تھا۔

کتب خانہ بقی بن مخلد متوفی ۲۷۶ھ — ۸۸۹ء

یہ عابد و زاہد شخص تھے۔ ان کا شمار حفاظ حدیث اور ائمہ دین متین میں ہوتا ہے۔ انھوں نے حصول علم کے لیے مشرقی ممالک کا بھی سفر کیا اور دو سو علما سے استفادہ کیا جب اندلس واپس آئے تو علم کی دولت سے مالا مال تھے[۴۰] جب یہ مشرق کے سفر پر تھے تو داؤد بن عیسیٰ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہ اپنی مفلسی کے باعث کتابیں نہ خرید سکتے تھے، اس پر داؤد نے بقی سے کہا کہ وہ انھیں اتنی رقم دے دے جس سے وہ کتابیں خرید سکے اور دوادین جمع کر سکے تاکہ دونوں کا سماع بھی ایک جیسا ہو جائے، یعنی دونوں اس ذخیرۂ علمی سے مستفید ہو سکیں۔ چنانچہ بقی نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے اس مقصد کے لیے انھیں معقول رقم دی[۴۱]

کتب خانہ محمد ابن حزم متوفی ۲۸۲ھ — ۸۹۵ء

یہ کسی مدرسے میں مدرس تھے، قلیل آمدنی کے باوجود قابل رشک کتب خانے کے مالک تھے۔ بقول ابن الابار انھوں نے اس قدر کتابیں جمع کیں کہ اس سے قبل کسی نے نہ کی تھیں[۴۲] انھوں نے خود بھی بعض مسودات کو نقل کیا اور پھر ان کی خوب حفاظت کی۔

کتب خانہ محمد ابن الفرج بن عبدالولی انصاری متوفی ۲۹۱ھ — ۹۰۳ء

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ شہر طلیطلہ کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ایک شاندار کتب خانہ قائم کیا جس سے نہ صرف اپنے علمی ذوق کی تسکین کرتے تھے، بلکہ علما کو مستعار بھی کتابیں دیتے تھے، جیسا کہ ان کے درج ذیل اشعار سے واضح ہے ؎

---

[۴۰] ایضاً ص ۱۶۷

[۴۱] ابن الفرضی، ابوالولید عبداللہ بن محمد بن یوسف الازدی۔ تاریخ علماء الاندلس۔ القاہرہ: الدار المصریہ للتالیف والترجمہ، ۱۹۶۶ء الجزء الاوّل ص ۱۴۳

[۴۲] ابن الابار، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن ابی بکر القضاعی البلنسی۔ التکملۃ لکتاب الصلۃ۔ القاہرہ بنشر الثقافۃ الاسلامیہ، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء الجزء الاوّل ص ۳۵۸

یا مستعیر کتابی انه علق
للبهجتی و کذاك الكتب بالمهج
فأنت فی سعةٍ ان کنت تنسخه
وأنت من حبسه فی ضیق الحرج[۴۳]

یعنی اے شخص جو میری کتاب عاریتاً لے رہا ہے، بے شک یہ کتاب میرے دل سے لگی ہوئی ہے اور اسی طرح ایسی ساری کتابیں دلوں میں بسی ہوئی ہیں۔ اگر تو اسے نقل کرلے تو علمی کشادگی میں ہوگا اور اس کے روکنے سے سخت تنگی میں ہو جائے گا۔

کتب خانہ سعید بن فرہ متوفی ۲۹۵ھ — ۹۰۷ء

ابو ولید ان کی کنیت تھی نہایت ثقہ عالم تھے۔ ان کے ہاں کتابوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی[۴۴]

کتب خانہ سبرہ بن مذکر التیمی متوفی ۲۹۵ھ — ۹۰۷ء

ان کی کنیت ابو سعد تھی۔ ان کے ہاں کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا اور خود بھی صاحب تصنیف تھے۔ چناں چہ ابن الفرات کا قول ہے کہ اس نے سبرہ کی بعض کتابیں پڑھی ہیں۔[۴۵]

کتب خانہ ہاشم بن خالد البیری متوفی ۲۹۸ھ — ۹۱۰ء

ابو خالد ان کی کنیت تھی اور سفط کے نام سے مشہور تھے۔ حصول علم کے لیے مشرق و مغرب کے علما سے استفادہ کیا۔ کتابوں پر توجہ کرنے والے اور جمع کرنے والے تھے۔[۴۶]

کتب خانہ محمد بن عبداللہ القلیسی متوفی ۳۰۰ھ — ۹۱۲ء

ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ بہت بڑے عالم اور فقیہہ تھے اور علمی ذخیرہ جمع کرنے والے تھے[۴۷]

کتب خانہ عثمان بن سعید الکنانی متوفی ۳۲۰ھ — ۹۳۲ء

ابو سعید ان کی کنیت تھی اور مجبر قوص کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ حیان کے باشندے

---

۴۳ الحمیدی، کالسابق الجزء الاول ص ۸۰

۴۴ ابن الفرضی کالسابق ج ۱ ص ۱۶۳ — ۴۵ ایضاً ص ۱۹۴

۴۶ ایضاً جزو ۲ ص ۱۷۱

۴۷ ایضاً ص ۲۴

تھے۔ انھوں نے بقی بن مخلد سے حدیث پڑھی اور ان کے گہرے دوستوں میں سے تھے۔ کتابوں کو جمع کرنے والے اور علم کے دل دادہ تھے [۴۷]

کتب خانہ ایوب بن سلیمان ابن الفوطی متوفی ۳۲۷ھ — ۹۳۹ء

ان کی کنیت ابوسلیمان تھی۔ پورا نام ایوب بن سلیمان بن حکم بن عبداللہ بن بکاش بن الیان الفوطی ہے۔ حصول علم اور حج کے لیے مشرق کا سفر کیا۔ عراق میں قاضی القضاۃ اسماعیل بن اسحاق سے علم حاصل کیا اور جب اندلس واپس آئے تو علمائے عراق کی کتابوں کا وسیع ذخیرہ ساتھ لے کر آئے [۴۹]

کتب خانہ فاتن متوفی ۳۳۰ھ — ۹۴۱ء

ابوالقاسم فاتن المنصور کے غلاموں میں سے تھے۔ صغیر اور خازن قرطبی کے نام سے مشہور تھے۔ اپنے وقت میں علم اللسان اور لغت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے [۵۰] انھوں نے بہت سی کتابیں جمع کیں لیکن یہ قیمتی خزانۂ کتب ان کی موت کے بعد باقی ترکے کے ساتھ ہی فروخت کر دیا گیا [۵۱]

کتب خانہ احمد بن محمد بن عبداللہ المقری متوفی ۳۴۰ھ — ۹۵۱ء

ابوعمر کنیت تھی اور طلبنک کے رہنے والے تھے۔ بعدازاں قرطبہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مشرق و مغرب کے علما سے علم حاصل کیا۔ اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لیے مذہب اہل سنت سے متعلق بہت مفید کتابیں جمع کیں [۵۲]

کتب خانہ سعدان ابن عبدالوارث بن یزید متوفی ۳۴۷ھ — ۹۵۸ء

ابومحمد کنیت تھی اور ریے کے باشندے تھے، بعد کو قرطبہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ ان کا ایک شان دار کتب خانہ تھا۔ ان کی وصیت کے مطابق وفات کے وقت تمام کتب خانہ طلبا

---

۴۸ ایضاً ج ۱ ص ۳۰۳ ۴۹ ایضاً ج ۱ ص ۸۶

۵۰ عبدالملک ابوعبداللہ محمد بن محمد الانصاری الاوسی المراکشی۔ الذیل والتکملۃ لکتابی الموصول والصلۃ تحقیق الدکتور احسان عباس۔ بیروت: دارالثقافۃ دون تاریخ۔ السفر الخامس السفر الاول ص ۵۲۶

۵۱ المقری، احمد۔ کالسابق ج ۲ ص ۵۷

۵۲ ابن بشکوال، ابوقاسم خلف بن عبدالملک۔ کتاب الصلۃ۔ القاہرہ: نشر الثقافۃ الاسلامیہ ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء ج ۱ ص ۸۴

کے استفادہ کے لیے وقف کردیا گیا۔ یہ کتب خانہ محمد بن محمد ابی وسیم کے گھر میں تھا۔[۵۳]

کتب خانہ خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر متوفی ۳۵۰ھ — ۹۶۱ء

شاہی کتب خانہ ان کے والد کے عہد میں قرطبہ کا سب سے بڑا کتب خانہ بن گیا تھا لیکن عبدالرحمٰن الناصر نے اپنے علمی ذوق کے پیش نظر اس میں خاصا اضافہ کیا۔ الناصر کی کتاب دوستی اس کی رعایا میں بھی مشہور تھی۔ اس کی دلچسپی کی یہ شہرت جب بزنطینی حکام تک پہنچی تو انھوں نے امیر کی توجہ اور عنایت حاصل کرنے کے لیے سب سے عمدہ تحفہ "دلیسقوریدس" نامی کتاب کی صورت میں اس کی خدمت میں بھیجا۔ یہ نسخہ زریں حروف میں لکھا گیا تھا اور جڑی بوٹیوں کی تصاویر کو مختلف رنگوں سے سجایا گیا تھا۔ لیکن یہ کتاب یونانی زبان میں تھی جس کے ترجمے کے لیے بادشاہ نے نکولاس نامی حاجب کی خدمات حاصل کیں۔[۵۴] بادشاہ کو علم طب سے خاص شغف تھا، اس لیے اس نے ایک طبیہ کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ غرناطہ میں ایک بڑا کتب خانہ بھی قائم کیا جو اس وقت روئے زمین کا سب سے بڑا کتب خانہ تھا جو چھ لاکھ کتابوں پر مشتمل تھا۔[۵۵]

بادشاہ نے اصبغ نامی یحیٰی نامور طبیب سے "الادیون" نامی کتاب بھی تالیف کرائی۔[۵۶]

کتب خانہ عبدالسلام بن یزید بن عیاث اللعمی متوفی ۳۵۰ھ — ۹۶۱ء

ان کی کنیت ابو اصبغ تھی۔ اشبیلیہ کے رہنے والے تھے، مشرق و مغرب کے علما سے علم حاصل کیا۔ احادیث کے ذخیروں کو جمع کرنا ان کا اصل مشغلہ تھا۔[۵۷]

کتب خانہ عبداللہ بن محمد بن قاسم متوفی ۳۵۴ھ — ۹۶۴ء

ابو محمد کنیت تھی اور ابن بلول کے نام سے مشہور تھے۔ انھوں نے مشرق کا سفر کیا

---

۵۳ ریبیرا، خولیان۔ محولہ بالا ص ۲۲

۵۴ ہل، جوسف۔ دی عرب سیولائزیشن مترجم الیس خدابخش۔ لاہور: شیخ محمد اشرف ۱۹۴۳ء ص ۱۰۵

۵۵ خیاط، محی الدین۔ تاریخ اسلام۔ حصہ پنجم یعنی تاریخ اندلس مترجم محمد صدیق۔ لکھنؤ: اشاعت العلوم پریس فرنگی محل، ص ۴۰

۵۶ ابن الابار کالسابق ج ۱ ص ۲۰۶

۵۷ ابن الفرضی۔ کالسابق ج ۱ ص ۲۸۶

اور مصر میں سکونت اختیار کی اور وہیں وفات پائی۔ ان کے پاس بہت سی کتابوں کا ذخیرہ تھا۔[58]

کتب خانہ عمر بن عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یحیٰ ابن حامد الذہلی متوفی ۳۶۱ھ ۹۷۱ء

کنیت ابوحفص تھی اور زہرادی کے نام سے مشہور تھے۔ حدیث کو نقل کرتے تھے۔ حدیث پر بہت سی کتابیں جمع کیں۔ کثرت سے روایت کرتے تھے۔ ابومروان البطی کے مطابق یہ ممتاز اور ثقہ عالم تھے۔[59]

کتب خانہ ابن حسان متوفی ۳۶۲ھ ۔ ۹۷۲ء

ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی، قرطبہ کے باشندے تھے، ادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور کتابیں جمع کرنے کے لیے ہردم مستعد رہتے تھے۔[60]

کتب خانہ عبدالرحمٰن بن علیسٰی بن محمد بن مدراج متوفی ۳۶۳ھ ۔ ۹۷۳ء

ابومطرف کنیت تھی، طلیطلہ کے رہنے والے تھے۔ نہایت پاک باز عالم اور زاہد تھے۔ تمام علوم سے محبت تھی بالخصوص حدیث کا شغف رکھتے تھے۔ انھوں نے احادیث جمع کرنے کے لیے سفر بھی اختیار کیا اور احادیث کی کتابوں کو جمع کیا۔[61]

کتب خانہ موہب بن عبدالقادر بن موہب

خود بھی صاحب تصنیف تھے، ان کی کتاب العین "مشہور ہے۔ انھوں نے ایک اونٹ کے بوجھ کے مساوی کتابیں جمع کیں اور ان کا مطالعہ کیا۔[62]

کتب خانہ الحکم ثانی متوفی ۳۶۶ھ ۔ ۹۷۶ء

یہ امیر عالم و فاضل شخص تھا۔ اچھے کردار کا مالک تھا، علوم کا دلدادہ اور علما کا قدردان تھا۔ اس نے تمام شعبہ ہائے علوم پر اس قدر کتابیں جمع کیں کہ اس سے قبل کسی فرماں روا نے نہیں کی تھیں۔[63] الحکم نے زمانۂ شہزادگی ہی میں کتابیں جمع کرنی شروع کر دی تھیں۔ دراصل شہزادہ محمد

۵۸ھ ایضاً ص ۲۳۰

۵۹ھ ابن بشکوال کالسابق ج ۱ ص ۳۷۹

۶۰ھ ابن الفرضی ۔ کالسابق ج ۲ ص ۷۳

۶۱ھ ایضاً ج ۱ ص ۲۶۳

۶۲ھ ایضاً ج ۲ ص ۱۵۴

۶۳ھ الحمیدی ۔ کالسابق ۔ ص ۱۳

اور شہزادہ الحکم میں عمدہ کتابیں جمع کرنے میں مقابلہ رہتا تھا۔ چند سال بعد جب شہزادہ محمد کا انتقال ہو گیا تو اس کی کتابیں بھی شہزادہ الحکم کے ہاں منتقل ہو گئیں اور جب برسرِ اقتدار آیا تو الحکم کے کتب خانے میں اس کے آباؤ اجداد کے کتب خانے بھی شامل ہوئے[64]

الحکم نے بادشاہ بننے کے بعد اپنے موجودہ کتب خانے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تمام مشرقی دنیا کے ہر شہر میں اس نے معتبر آدمی بھیجے تاکہ جو نادر کتاب ملے وہ خرید کر قرطبہ بھیج دیں۔ سفیرانِ قرطبہ، قاہرہ، دمشق، بغداد اور دیگر ممالک میں نمائندگانِ حکومت ہمیشہ نایاب اور نئی کتابوں کی جستجو میں رہتے۔ مشہور کتب فروشوں کی دکانیں ان کا مرکز تھیں، اگر کوئی کتاب قیمتاً نہ ملتی تو نقل کرالی جاتی تھی اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ کتاب کا نفسِ مضمون ہنوز مصنف کے دماغ میں ہے اور خلیفہ نے اس سے مطلع ہو کر اس کو ایک گراں بہا خلعت بھیج دی اور خواہش ظاہر کی کہ اس کا پہلا نسخہ شاہی کتب خانے کو بھیجا جائے[65] ابوالفرج الاصفہانی کی کتاب "الاغانی" کے لیے خصوصی قاصد مصنف کے ہاں دس ہزار طلائی دینار لے کر گیا تھا۔[66] اسی طرح اسکندریہ، بغداد اور دمشق میں اس وقت کا کوئی ایسا جدید اور قدیم نسخہ نہ تھا جو الحکم کے پاس نہ بھیجا گیا ہو[67] سفیروں کے علاوہ اس نے مشہور کتب فروشوں کو بھی حصولِ کتب پر مامور کر رکھا تھا۔ چنانچہ اسحاق بن محمد بن اسحاق بن منذر جیسے صاحبِ علم و ادب اور فہیم آدمی کو یہ خدمت سونپی گئی[68] ظفر بغدادی جو سب سے بڑا کتب فروش تھا، صرف الحکم کے لیے کتابیں خرید کر بھیجتا تھا[69]

الحکم کے عہد میں علم اور علما کی گرم بازاری تھی، علما اور کتابیں دور و نزدیک سے اس کے

---

[64] ریبیرا، خولیان۔ محولہ بالا ص ۱۵

[65] لین پول، اسٹینلے۔ مسلمان اندلس میں (THE MOORISH IN SPAIN) مترجم: حامد علی صدیقی۔ کراچی: سعید کمپنی ص ۲۰۰

[66] المقری، احمد کالسابق ج ۳ ص ۲۴۰

[67] ڈوزی، آر۔ سپینش اسلام مترجم (انگریزی) ایف۔ جی سٹوکس کراچی: کریم سنز، ۱۹۷۰ء ص ۴۵۴

[68] ابن الابار کالسابق ج ۱ ص ۱۹۲

[69] ایضاً ص ۳۴۷

ہاں پہنچتے۔ اس کے کتب خانے میں ماہر نساخ موجود تھے جو کتابیں نقل کرتے تھے[۷۰]، جنھیں اوراق کی تعداد کی بجائے جتنا وقت صرف کرتے اس کے مطابق معاوضہ دیا جاتا تاکہ وہ لکھنے میں جلدی سے کام نہ لیں[۷۱]

نئی تصانیف کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ چناں چہ محمد بن یوسف ابوعبداللہ التانجی الوراق نے بادشاہ کے لیے بہت سی کتابیں تالیف کیں جن میں "مسالک افریقیہ و ممالکھا اور اخبار ملوکھا بہت مشہور ہیں۔ اسی طرح محمد بن الحارث بن اسد الخشنی نے الحکم کے لیے بہت سی کتابیں تصنیف کیں[۷۲]۔ ابوحمید اسحاق بن سلمہ کو جو بہت بڑے تاریخ دان تھے اس بات پر مامور کیا کہ وہ اندلس کی تاریخ پر کتابیں جمع کریں[۷۳]۔

الحکم نے شاہی کتب خانے کے لیے ایک شان دار عمارت تعمیر کرائی۔ یہ کتب خانہ دارِ بنی مروان میں تھا جو ان عقلیہ و نقلیہ کتب پر مشتمل تھا جنھیں عربوں نے ترجمہ یا تالیف کرکے مہیا کیا تھا۔ ان کتابوں میں زراعت، فلکیات، ریاضیات، طب، کیمیا، موسیقی اور اصولِ دین یعنی توحید، فقہ، حدیث و تفسیر، فنونِ ادب یعنی بلاغت، تاریخ، قصص، سفر نامے، خطبات، شعرا کے مختلف دواوین اور لغت کی کتابیں تھیں[۷۵]۔ ان کتابوں کی حفاظت کے لیے تمام عمارت کو سبز رنگ اور سبز پردوں سے مزین کیا تھا اور ہر کمرہ ایک خاص علم یا فن کی کتابوں کے لیے مخصوص تھا اور جملہ ذخیرۂ کتب نہایت عمدہ اور باقاعدہ طریقے سے محفوظ تھا[۷۶]۔ کتابوں کا ذخیرہ چار لاکھ جلدوں پر مشتمل تھا[۷۷]

۷۰۔ المقری، احمد کالسابق ج ۳ ص ۲۴۱

۷۱۔ ہول، ایڈون۔ اندلس: سپین انڈر دی مسلم۔ لندن: رابرٹ ہول، ۱۹۵۸ء ص ۵۷

۷۲۔ ابن الفرضی کالسابق ج ۲ ص ۱۱۳

۷۳۔ ابن الفرضی کالسابق ج ۱ ص ۷۳

۷۴۔ قاری احمد۔ تاریخ اسلام کامل۔ کراچی: مطبع سعیدی قرآن محل، ت۔ن۔ ص ۵۲۲

۷۵۔ مجموعہ اخبار۔ محولہ بالا ص ۱۵

۷۶۔ ایضاً

۷۷۔ المقری، احمد کالسابق ج ۳ ص ۲۶۳

اس کتب خانے کا باقاعدہ کیٹلاگ تھا، ابن حزم کے مطابق کتب خانے کی فہرستیں جن میں کتابوں کے نام درج تھے چوالیس تھیں اور ہر فہرست میں صفحات پر مشتمل تھی[۷۸] امام ابن ساعی بغدادی جو باکمال مؤرخ تھے اور بہت سی کتابوں کے مصنف تھے، کتب خانہ مستنصریہ کے ناظم تھے[۷۹]

خلیفہ الحکم محض جامع الکتب ہی نہ تھا بلکہ کہتے ہیں کہ اس نے ان چار لاکھ کتابوں کا ایک ایک کر کے مطالعہ کیا اور ان پر حواشی اور نظائر تحریر کیے[۸۰] بادشاہ کا کتابوں میں شغف اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اس کی رعایا میں یہ مشہور ہو گیا تھا کہ بادشاہ تک رسائی کا طریقہ یہ ہے کہ بادشاہ کو ایسی نادر کتابیں پیش کی جائیں جو اس کے کتب خانے میں نہ ہوں[۸۱] اس کے مطالعہ میں انہماک کا یہ عالم تھا کہ عباسیوں نے یہ سمجھ کر کہ بادشاہ کو کتابوں سے فرصت نہیں ملتی اس کے خلاف بغاوت کر دی تھی[۸۲]

خلیفہ عبدالرحمٰن اور الحکم کے زمانے میں فقہ کا بہت رواج رہا۔ ان کے بعد علما میں ایک گروہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ فلسفہ مذہب کے خلاف ہے۔ چناں چہ ابن ابی عامر کے ہاتھ میں اقتدار آیا تو اس نے نہایت احتیاط سے قرطبہ کے ان تمام علما کو جمع کیا جو زیادہ متعصب تھے اور ان سے نہایت متانت سے کہا کہ امیرالمؤمنین الحکم کے کتب خانے میں فلسفہ اور سائنس کی کتابوں کی موجودگی ان کی طبیعت پر سخت بار ہے، اس لیے ان سے درخواست کی کہ ان تمام کتابوں کو الگ کر دیں جو قرآن مجید کے خلاف تھیں، وہ سب لوگ اس کتب خانے میں گئے، جہاں یورپ اور ایشیا کی کتابوں کے تمام ذخیرے موجود تھے اور ان دشمنانِ علم نے نہایت بے دردی سے اپنا کام شروع کیا، وہ تمام کتابیں جن پر ان کو ذرا بھی شبہ ہوا فوراً جلا ڈالیں[۸۳] اور یوں یہ کتب خانہ تباہی کا شکار

---

[۷۸] ایضاً ص ۲۳۹ [۷۹] الذہبی تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۹۹۷

[۸۰] لین پول، اسٹنلے۔ محولہ بالا۔ ص ۲۰۰

[۸۱] ریبیرا، خولیان۔ محولہ بالا ص ۱۸

[۸۲] قاری احمد۔ محولہ بالا ص ۵۲۲

[۸۳] اسکاٹ۔ محولہ بالا ج ۱ ص ۱۱۷

ہوا۔ علاوہ ازیں جب بربر قبائل فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے تو انھوں نے اس کتب خانے کو بہت نقصان پہنچایا، بہت سی کتابوں کو کوڑیوں کے داموں نیلام کیا اور جو بچ گیئں انھیں تباہ کر ڈالا۔[۵۴] تاہم کچھ مذہبی کتابیں بچ گیئں، چناں چہ اس تباہی کے چار سو سال بعد فرانس کے دانا فرماں روا چارلس نے اس کتب خانے کی نو سو کتابیں حاصل کیں[۵۵]

کتب خانہ محمد بن سعید الوراق متوفی ۳۷۱ھ — ۹۸۱ء

ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ قاسم بن اصبغ، محمد بن عبداللہ بن ابی دسیم، محمد بن معاویہ القرشی اور اسماعیل بن القاسم جیسے جید علما سے علم حاصل کیا۔ کاغذ اور کتابوں کا کاروبار کرتے تھے۔ لیکن علم و ادب میں گہری دلچسپی رکھتے تھے، اس لیے کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع کیا[۵۶]

کتب خانہ یحیٰی بن مالک بن عائذ متوفی ۳۷۵ھ — ۹۸۵ء

ابوزکریا یحیٰی بن مالک بن عائذ، امیر ہشام بن عبدالملک کے موالی میں سے تھے مشرق و مغرب کے علما سے علمی استفادہ کیا۔ جامعہ قرطبہ میں درس و تدریس کا کام سرانجام دیتے تھے۔ انھوں نے مشرق کا سفر ۳۴۰ھ میں کیا اور ۳۷۰ھ میں واپس اندلس آئے۔ مشرق کے قیام کے دوران بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور وہ کتابیں ساتھ لے کر آئے۔ ان کتابوں کی تعداد کا اندازہ ان کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے کہ" اگر میں اپنے مشرق میں قیام کے ایام شمار کروں تو میری لکھی ہوئی کتابیں اُن ایام سے بڑھ جایئں گی۔[۵۷] آخری عمر میں معاشی بدحالی کا شکار ہوئے تو اپنا سارا کتب خانہ فروخت کر ڈالا[۵۸]

کتب خانہ رشید بن فتح الدجاج متوفی ۳۷۶ھ — ۹۸۶ء

ان کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ قرطبہ کے رہنے والے تھے۔ حصول علم کے لیے مشرق کا

---

۵۴ مصطفیٰ سباعی۔ محولہ بالا ص ۲۵۶

۵۵ ہول، ایڈون۔ محولہ بالا ص ۳۸

۵۶ ابن الفرضی کا السابق ج ۲ ص ۷۲

۵۷ ایضاً ص ۱۹۴

۵۸ ربیرا، خولیان۔ محولہ بالا ص ۲۳

سفر کیا۔ آپ علم حدیث پر خاص توجہ کرنے والے تھے۔ انھوں نے آثار پر کتابوں کی کثیر تعداد جمع کی[۸۹]

کتب خانہ اسماعیل بن محمد بن سعد بن خلف متوفی ۳۸۵ھ -- ۹۹۵ء

ابوالقاسم کنیت تھی اور ابن خبازہ کے نام سے شہرت رکھتے تھے۔ بہت صالح عالم دین تھے ان سے بہت سے لوگوں نے پڑھا اور احادیث کی روایت کی ہے۔ بہت سے علوم کی کتابیں جمع کیں[۹۰]

کتب خانہ المنصور ابن ابی عامر متوفی ۳۹۲ھ -- ۱۰۰۲ء

محمد ابن ابی عامر نہایت ذہین تھا اور عزم صمیم اور ہر خوش طبیعت کا مالک تھا وہ عالی خیال اور اسلاف کی پرانی تواریخ کی کتابوں کے مطالعہ میں مستغرق رہتا تھا، کیوں کہ ان کے بوسیدہ اوراق میں بھی صرف ایسے لوگوں کے کارنامے تھے جو کبھی کمتر درجے سے ترقی کر کے سلطنت کے اعلیٰ ترین عہدوں تک پہنچے[۹۱] چناں چہ ایک وقت وہ آیا کہ ابن ابی عامر نے ہشام کو قصر کی حد تک محدود کر رکھا تھا اور خلافت کا سارا کاروبار خود سنبھال لیا تھا اور اپنا لقب المنصور اختیار کر لیا تھا۔

ابن ابی عامر، عبدالرحمٰن ثالث اور حکم ثانی کی طرح اہل علم و فن کا قدر دان تھا۔ خود بھی بہت بڑا عالم تھا۔ اس کے ہاں ہر ہفتے ایک علمی مجلس منعقد ہوا کرتی تھی، جس میں قرطبہ کے تمام اہل علم مناظرے کے لیے اس کے ہاں جمع ہوتے تھے[۹۲]

المنصور نے کوشش کی کہ کتابوں کے جمع کرنے میں الحکم سے سبقت لے جائے اور اس مقصد کے لیے اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کو مشرق کے سفر پر روانہ کیا۔ المنصور کتابیں پیش کرنے والے مصنفین کو گراں قدر انعامات سے نوازتا تھا۔ چناں چہ جب ساعد بن حسن اللغوی نے اسے "الفصوص" پیش کی تو منصور نے اسے پانچ ہزار دینار دیے۔

---

[۸۹] ابن الفرضی۔ کالسابق ج ۱ ص ۱۴۸

[۹۰] ایضاً ص ۶۸

[۹۱] ڈوزی، رائن ہارٹ۔ عبرت نامۂ اندلس مترجم عنایت اللہ لاہور: مقبول اکیڈمی، ت۔ن حصہ دوم ص ۴۹

[۹۲] المراکشی، عبدالواحد کتاب المعجب کتاب معدین مدارس، مطبعہ: ڈایوسیزن پریس ۱۹۲۲ء ص ۳۳

مصحفِ عثمانی سے اسے خاص شغف تھا اس نے اس مصحف کو ہیروں سے آراستہ کرایا، لیکن علمی ذوق اور محبت کے باوجود سیاسی مصلحت کی بنا پر الحکم کے شان دار کتب خانے کے ایک حصے کو نذرِ آتش کرا دیا کیوں کہ اس سے علما کی ایک جماعت کو مطمئن اور خوش کرنا مقصود تھا۔[۹۳]

المنصور علوم کی اشاعت و ترقی میں سرگرمِ عمل رہتا تھا۔ مدارس کا خود معائنہ کرتا، اچھے طلبا کو امداد دیتا اور علما کو قرأت، قضا اور خطابت کے عہدوں پر فائز کرتا۔[۹۴]

کتب خانہ محمد بن احمد بن ہرثمہ بن ذکوان متوفی ۳۹۵ھ — ۱۰۰۴ء

ان کی کنیت ابوبکر تھی، قرطبہ میں قاضی تھے، حق و باطل میں امتیاز کرنے والے عالم تھے۔ علم سے گہرا شغف تھا اور علمی ذوق کی تسکین کے لیے انھوں نے بہت سی نایاب کتابیں جمع کر رکھی تھیں۔[۹۵]

کتب خانہ عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن اسد الجہنی متوفی ۳۹۵ھ — ۱۰۰۴ء

ان کی کنیت ابومحمد تھی، قرطبہ کے باشندے تھے۔ قاضی ابوعمر بن الحداد کے مطابق ابومحمد فاضل رفیع القدر اور عالی مرتبت بزرگ تھے، ادب اور لغت کے امام سمجھے جاتے تھے۔ انھوں نے بے شمار کتابیں جمع کیں اور حفاظت کی غرض سے کسی ایسے شخص کو کتاب مستعار نہ دیتے تھے جو امانت اور دیانت میں قابلِ اعتماد نہ ہوتا۔[۹۶]

کتب خانہ ابراہیم بن محمد متوفی ۴۰۰ھ — ۱۰۰۹ء

یہ طلیطلہ کے باشندے تھے، ابوجعفر ابن میمون کے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ انھوں نے اپنے علمی و ادبی ذوق کی تسکین کے لیے عمدہ کتابوں کا ذخیرہ کیا جو بقول علامہ ابن بشکوال صحیح ترین کتابوں پر مشتمل تھا۔[۹۷]

---

[۹۳] ایضاً

[۹۴] مجموعہ اخبار، محولہ بالا ص ۱۷

[۹۵] ابن بشکوال۔ کالسابق ج ۲ ص ۴۹۷

[۹۶] ایضاً ج ۱ ص ۲۴۰، ۲۴۱

[۹۷] ایضاً ج ۱ ص ۲۵

کتب خانہ احمد بن عامر بن وہبون الکلابی متوفیٰ ۴۰۰ھ ۔ ۱۰۰۹ء

ابو زکریا کنیت کرتے تھے اچھے خط والے کاتب تھے تمام علوم کی بحث میں حصہ لیتے تھے، حاضر جواب تھے ۔ بہت سے دواوین جمع کیے، ان کے کتب فروشوں سے گہرے مراسم تھے، اس لیے علم کا ایسا ذخیرہ جمع کر لیا تھا کہ کسی بادشاہ کے پاس بھی نہیں ہوگا[۹۸]

کتب خانہ احمد بن محمد بن عبید الاموی متوفی ۴۰۰ھ ۔ ۱۰۰۹ء

یہ ابن میمون کے نام سے مشہور تھے اور ابو صغیر کنیت تھی ۔ طلیطلہ شہر کے رہنے والے تھے ۔ متبحر عالم تھے، تمام علوم پر دسترس تھی، انھوں نے ہر شعبۂ علم پر کتابوں کی کثیر تعداد جمع کی ۔ خود بھی بہترین مصنف تھے، ان کی تصانیف سے اس ذخیرے میں اور اضافہ ہوا ۔ ان کا کتب خانہ منتخب اور عمدہ کتابوں پر مشتمل تھا، کسی کتاب میں اگر کوئی غلطی ہوتی تو اپنے ہاتھ سے درست کرتے تھے[۹۹]

کتب خانہ محمد بن سعید الغسانی

ان کی کنیت ابو بکر اور ابو عبداللہ تھی ۔ مالقہ شہر کے رہنے والے تھے ۔ انھوں نے بہت سے دیوان اور کتابیں جمع کیں اور اس سلسلے میں تمام اہل شہر سے بازی لے گئے تھے ۔ پانچویں صدی ہجری کے آخری اور گیارھویں صدی عیسوی کے ابتدائی دور سے ان کا تعلق تھا[۱۰۰]

کتب خانہ عبداللہ بن محمد سندور بن منتہل بن مروان

کنیت ابو محمد تھی ۔ سرقسطہ کے باشندے تھے ۔ انھوں نے بے شمار دواوین جمع کیے یہ بھی پانچویں صدی ہجری کے دور آخر کے اہل علم تھے[۱۰۱]

کتب خانہ سلیمان بن برد

قرمونہ کے باشندے تھے ۔ علم کے دلدادہ اور کتابوں سے تعلق خاطر رکھتے تھے ۔ ان کا

---

۹۸ عبدالملک، ابی عبداللہ محمد بن محمد کالسابق السفر الاول ص ۲۷۷

۹۹ ابن بشکوال کالسابق ج ۱ ص ۲۵

۱۰۰ ابن الابار کالسابق ج ۲ ص ۵۱۷

۱۰۱ ایضاً ۸۰۸

زمانہ بھی وہی تھا جو عبداللہ بن محمد اور سلیمان بن برد کا ہے[۱۰۱]

کتب خانہ محمد بن عمر بن ہارون

ابن ابی خیثمہ کے نام سے مشہور تھے اور جیان کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے حدیث کے موضوع سے تعلق بہت زیادہ کتابیں جمع کیں[۱۰۲]

کتب خانہ مطرف بن مسعود

ابوالقاسم کنیت تھی، ابن ملاح کے نام سے مشہور تھے۔ علم کے شائق تھے اور مختلف رسم الخطوں میں تحریر شدہ کتابیں جمع کیں[۱۰۳]

کتب خانہ محمد بن عبداللہ بن طارق

جیان کے باشندے تھے، عالم اور مفتی تھے، حدیث کے بارے میں بہت بڑی تعداد میں کتابیں ان کے پاس محفوظ تھیں اور ان کا کتب خانہ بڑے کتب خانوں میں سے تھا۔[۱۰۵]

کتب خانہ عائشہ بنت احمد بن محمد بن قادم متوفیہ ۴۰۰ھ — ۱۰۰۹ء

عائشہ اندلس کی ان عظیم خواتین میں سے ایک تھیں جنھوں نے علم و ادب سے بے پناہ تعلق کی بنا پر تجرد کی زندگی بسر کی[۱۰۶]۔ وہ عربی شاعری، فصاحت و بلاغت اور قادرالکلامی میں اپنی مثال آپ تھیں، بہترین کاتبہ بھی تھیں اور اُن کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اپنے علمی ذوق کی تسکین کے لیے انھوں نے ایک شان دار کتب خانہ قائم کر رکھا تھا[۱۰۷]

کتب خانہ ابن فطیس متوفی ۴۰۲ھ — ۱۰۱۱ء

ابوالمطرف عبدالرحمٰن بن محمد بن فطیس بن اصبغ بن فطیس بن سلیمان قرطبہ کے

---

۱۰۲ ایضاً ج ۱ ص ۱۸۶

۱۰۳ ابن الفرضی کالسابق ج ۲ ص ۶۵

۱۰۴ ایضاً ص ۱۳۷

۱۰۵ ایضاً ص ۶۵

۱۰۶ الزرکلی، خیرالدین۔ الاعلام: قاموس تراجم لاشہرالرجال والنساء من العرب والمستعربین والمستشرقین۔

۱۰۷ ابن بشکوال۔ کالسابق ج ۲ ص ۲۶

رہنے والے تھے، ان کا شمار کبار اور مستند علما میں ہوتا تھا، تمام علوم بالخصوص حدیث اور اسماء الرجال میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ کتابت نہایت اچھی کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے گھر کے ایک حصے کو کتب خانہ بنا رکھا تھا، کتب خانے میں بہترین قسم کا فرنیچر اور دیواروں اور دروازوں کے پردوں کا رنگ سبز تھا۔ اس کی چھت اور فرش پردوں اور قالین سے مزین تھے۔ غرض ہر چیز قابل ستائش تھی۔ ان کا کتب خانہ بہت سی کتابوں پر محیط تھا ان کتابوں کی فہرستیں انھوں نے مرتب کی تھیں، جن کی مدد سے کتابوں کو فوراً تلاش کیا جا سکتا تھا۔[۲۰۸]

ابومطرف کتابوں پر بے دریغ رقم صرف کرتے تھے۔ چھ نقل نویس ہمہ وقت نقل نویسی میں مصروف رہتے تھے، جنھیں وہ معقول معاوضہ دیتے تھے۔ ابوعبداللہ محمد بن عیسیٰ بن محمد بن معلی بن ابی ثور الحضرمی جو اپنے دور کا فاضل آدمی تھا، اس کتب خانے کا مہتمم تھا۔

ابن فطیس کتابیں مستعار نہ دیتا تھا لیکن اگر کوئی زیادہ مجبور کرتا تو مطلوبہ نسخے کی نقل تیار کرا دیتا تاکہ اصل کتاب محفوظ رہے، اسی حفاظت کا نتیجہ تھا کہ یہ کتب خانہ قرطبہ میں شاہی کتب خانے کے بعد سب سے بڑا تھا، لیکن ان کتابوں کی خرید پر اس قدر رقم خرچ ہوئی کہ ابن فطیس کو مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بلکہ مجبوراً ان بہترین کتابوں کو فروخت کرنے پر نوبت آئی۔ ان کی مجموعی قیمت چالیس ہزار دینار تک پہنچی اور ایک سال تک فروخت ہوتی رہیں۔[۲۰۹]

ان کے علاوہ بھی نہ جانے کتنے کتب خانے ہوں گے جن کے ناموں کا بوجھ بھی تاریخ نہ اٹھا سکی، تاہم مندرجہ بالا صفحات میں عہد بنو امیہ کے اُن مشہور کتب خانوں کا ذکر کیا گیا ہے جو تاریخ کے صفحات میں محفوظ رہے۔ اب اگرچہ وہ تمام کتب خانے ناپید ہو گئے ہیں لیکن علم اور علم کی بقا کے لیے جو کارہائے نمایاں انھوں نے انجام دیے وہ رہتی دنیا تک تاریخ کے صفحات میں زندۂ جاوید رہیں گے۔

---

۲۰۸ ابوالحسن بن عبداللہ بن الحسن النباہی المالقی الاندلسی۔ تاریخ قضاۃ الاندلس وسماہ کتاب المرتبۃ العلیا۔ بیروت: المکتب التجاریہ للطباعۃ والنشر والتوزیع دون التاریخ ص ۸۸

۲۰۹ ابن بشکوال ج ۲ ص ۱۷۵